Al-Qawārīr - Vol: 03, Issue: 03,
April – June 2022

OPEN ACCESS
Al-Qawārīr
pISSN: 2709-4561
eISSN: 2709-457X
journal.al-qawarir.com

عمر رسیدہ خواتین کے مسائل اور اسلامی تعلیمات کی روشنی میں ان کا حل

Problems of old women and Remedies in the light of Islamic Teachings

Zahra Shabnam*
M.Phil. Islamic Studies, Lahore Garrison University, Lahore
Dr. Muhammad Waris Ali**
Assistant Prof. Department of Islamic Studies, Lahore Garrison University, Lahore: mwarisali@lgu.edu.pk

ABSTRACT

Women are the part and parcel of the society so they have much importance in making a society. Generally, women have to face many problems in every country but the helpless old women have miserable situation in our country. Social problems of old women have been identified through survey and personal interviews and have been analysed and discussed in the light of Islamic teachings. Modern techniques of research have been used to conduct the research. Problems have been identified by the survey and personal interviews whereas the solution has been given with the help of Qura'nic verses and Ḥadīths. We can conclude the research that if we adopt the principles of Islam the problems of the helpless old women can be resolved. We can also overcome these issues by educating our society.

Keywords*; Helpless Old women, Social Problems, Islamic guidelines*

تمہید

اسلام ایک آفاقی اور ہمہ گیر دین ہے جس میں زندگی گزارنے کے تمام تر طریقے اور انسانی ضروریات کی تکمیل کی مکمل تفصیلات ملتی ہیں۔ حقوقِ انسانی کی جتنی رعایت اور احترام کی تاکید ہمیں دین اسلام میں ملتی ہے۔ وہ دوسرے مذاہب میں کہیں نہیں ملتی پھر حقوقِ انسانی میں بطور خاص معمر افراد کے

CC BY

حقوق کا معاملہ درپیش ہو تو اسلام کا رویہ محض عدل و انصاف تک محدود نہیں رہتا بلکہ سراسر احسان پر مبنی قرار پاتا ہے۔ ہمارا دین اس قدر خوبصورت اور آسان ہے کہ یہ عمر رسیدہ افراد کی خدمت اور ان کی عزت و تکریم کو باعث برکت قرار دیتا ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ کی حیاتِ مبارکہ کا بغور مطالعہ کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ آپ ﷺ عمر رسیدہ افراد کا بے حد احترام فرمایا کرتے تھے۔ ہر طرح کے سماجی اور معاشرتی معاملات میں بھی حضور نبی کریم ﷺ نے بڑوں کی تکریم اور ان کے ادب و احترام کا حکم دیا ہے۔ حضرت عبد اللہ بن سہلؓ اور محیصہ بن مسعودؓ خیبر پہنچے تو وہ دونوں باغات میں ایک دوسرے سے الگ ہو گئے۔ اسی اثناء میں عبد اللہ بن سہلؓ شہید کر دیے گئے تو عبد الرحمٰن بن سہلؓ اور مسعودؓ کے بیٹے حویصہ اور محیصہ حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنے ساتھی کے معاملہ میں انھوں نے گفتگو کی جس کا آغاز عبد الرحمٰن نے کیا جب کہ وہ سب سے چھوٹے تھے، اس پر حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "**کبر الکبر**"[1] "بڑے کے مرتبے اور عزت کا خیال رکھو۔"

درج بالا حدیث مبارکہ سے یہ بات بخوبی واضح ہو جاتی ہے کہ آپ ﷺ نے ہر موقع پر بوڑھوں کا لحاظ فرمایا اور ان کا اکرام آپ ﷺ نے انسانیت کی بنیاد پر کیا، ہر قسم کی رشتہ داری اور تعلق سے بالاتر ہو کر آپ ﷺ نے ہر سن رسیدہ کے اکرام کو ترجیح دی۔ آپ ﷺ نے انھیں قابلِ عزت و تکریم اور باعث برکت و رحمت قرار دیا۔ عہدِ رسالت مآب ﷺ کے علاوہ عہدِ خلافت راشدہ میں بھی عمر رسیدہ افراد کے حقوق کا خصوصی خیال رکھا گیا اور انھیں کئی مراعات دی گئیں۔ جو بوڑھے افراد کام کاج کے قابل نہیں تھے ان کے لیے وظائف مقرر کر دیے جاتے۔ مسلمانوں کے علاوہ غیر مسلم عمر رسیدہ افراد کی بھی امداد کی جاتی۔ ہمارا ملک چونکہ اسلام کے نام پر حاصل کیا گیا ہے حکومت کو چاہیے کہ بے سہارا اور بوڑھے افراد کے لیے وظیفہ مقرر کرے اور ان کی ضروریات کا خیال رکھنے کا انتظام کرے۔ ہمارے معاشرے کو معمر افراد کی خدمت اور عزت کرنی چاہیے ان سے ادب و احترام سے پیش آنا چاہیے۔

عمر رسیدہ ماں کے حقوق

ماں باپ کے حقوق کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے کہ قرآن حکیم میں جا بجا ایسے مقامات ہیں جہاں عقیدۂ توحید، ایمانیات، اطاعتِ الٰہی اور اطاعت رسول ﷺ کے ذکر کے فوراً بعد کسی اور موضوع کو درمیان میں لائے بغیر جس موضوع کو بیان کیا گیا وہ والدین کے حقوق سے متعلق ہے جو عمیق نظر سے دیکھا جائے تو ہماری عملی، سماجی اور معاشرتی زندگی کا اولین عنوان ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ زندگی کا تعلق انسان سے ہے اور انسانی

زندگی کا آغاز ماں باپ سے ہوتا ہے یعنی خاندانی زندگی کی عمارت عائلی نظام میں ماں باپ پر استوار ہوتی ہے۔[2] اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں کئی مقامات پر زیر نظر موضوع کو بیان کیا ہے مثلاً سورۃ النساء میں ارشاد ربانی ہے:

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّ خَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَ بَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّ نِسَآءً ۚ ١[3]

"اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تمھاری پیدائش کی ابتداء ایک جان سے کی پھر اسی سے اس کا جوڑ پیدا فرمایا پھر ان دونوں میں سے بکثرت مردوں اور عورتوں کی تخلیق کو پھیلا دیا۔"

اسی طرح سورۃ الاسراء میں فرمایا: وَ قَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا[4] مذکورہ بالا آیات کے ابتدائی کلمات میں اللہ رب العزت نے اپنی ربوبیت اور خالقیت کا ذکر کرنے کے بعد عملی زندگی کے حقوق وواجبات اور فرائض بیان کیے ہیں اور اس امر کی صراحت بیان فرمائی ہے کہ اس کے سوا اور کوئی اس قابل نہیں ہے کہ اس کی پرستش کی جائے اور معبود ٹھہرایا جائے۔ صرف اسی کی ذات معبودِ برحق اور عبادت کے لائق ہے۔ یہ فیصلہ سنانے کے بعد پھر والدین کے ساتھ ہمیشہ بھلائی کا سلوک کرنے کی تلقین کرتے فرمائے فرمایا: وَ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا (اور والدین کے ساتھ حُسن سلوک کیا کرو)۔ یہ طرزِ تخاطب حکمت اور مقصدیت سے خالی نہیں۔ اس لیے کہ نوجوانوں میں ایسے بہت سے ہیں جو جوانی کے نشے اور ترنگ میں والدین سے بے توجہی اور بے التفاتی کا سلوک کرتے ہیں اور ان کی خدمتِ اطاعت کا حق بااہتمام وکمال ادا نہیں کرتے۔ قرآن حکیم نے اللہ کی عبادت کے بعد والدین سے بھلائی کو احسان سے تعبیر کیا ہے۔ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ[5] کہہ کر شرک کی نفی کر دی اور اگلی زندگی کے لیے جو حکم دیا وہ وَ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا کا ہے۔ یہ بات یاد رہے کہ والدین سے نیکی کا حکم مطلقاً اور بلا قید ہے۔ یہ نہیں کہا گیا کہ والدین نیک ہوں تو ان سے بھلائی کی جائے اور اگر بد ہوں تو ان سے بھلائی نہ کی جائے۔ ایسی کوئی شرط نہیں ہے۔ والدین چاہے فاسق وفاجر گنہگار ہی کیوں نہ ہوں۔ اولاد کے لیے ان کا درجہ ایسا ہی ہے جیسا کہ نیک، متقی اور پرہیزگار والدین کا۔

گویا وہ اجر جو اولاد کو ولیہ ماں اور ولی باپ کی خدمت کر کے ملتا ہے وہی اجر مشرک، گنہگار والدین کی خدمت کر کے ملتا ہے۔ اس لیے کہ یہ اجر نہ ان کی ولایت اور فضیلت کی وجہ سے ہے اور نہ ہی ان کی بداعمالیوں کی وجہ سے اس میں کمی ہوتی ہے۔ یہی سبب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ والدین کا ادب، احترام ان کی سیرت وکردار دیکھ کر و بلکہ غیر مشروط طور پر والدین کے ساتھ نیکی سے پیش آنے کا حکم دیا۔[6] اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادات واطاعت کے بعد والدین کے ساتھ حُسن سلوک کا حکم دیا ہے۔ سورۃ النساء میں اسی ترتیب کو ملحوظ رکھتے ہوئے باری تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: وَ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَ لَا

تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا وَّ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا[7]"اور تم اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ اور ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرو۔"حکم ہوتا ہے کہ اے لوگو! اللہ کی عبادت میں کبھی کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ۔ پھر جب تم اس بات کو اپنا معمول بنالو تو والدین کے ساتھ نیکی اور احسان کو اپنا شعارِ حیات بنالو۔ توحید اور اطاعت وعبادت الٰہی کے تسلسل اور شرک کی نفی کا حکم جہاں ختم ہوتا ہے وہاں والدین کے حقوق کا بیان شروع ہو جاتا ہے۔ اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو والدین کا کتنا پاس ہے کہ انسان کو اپنی بندگی کے بعد ان کی خاطر داری اور دل جوئی کی تاکید کی جارہی ہے۔ یہاں یہ قید بھی نہیں ہے کہ والدین کمانے والے ہوں یا نہ کمانے والے ہوں بوڑھے ہوں یا جوان ہوں۔ متقی، پارسا ہوں یا بدکار، گنہگار۔ والدین کسی حال میں ہوں والدین کے ناطے ان کا مقام متعین کر دیا گیا۔[8]

حکم توحید اور نفی شرک کے ساتھ والدین سے احسان کرنے کا حکم اسی ترتیب کے ساتھ سورۃ البقرہ میں ان الفاظ کے ساتھ حکم دیا گیا۔ ارشادِ ربانی ہے:وَ اِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ وَ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا[9]"اور یاد کرو جب ہم نے اولادِ یعقوب سے پختہ وعدہ لیا کہ اللہ کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کرنا اور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرنا۔" یہاں اس امر کی صراحت ضروری ہے کہ حکم اور اس کی یہی ترتیب حضرت آدمؑ سے لے کر خاتم الانبیاء حضرت محمد ﷺ کی اُمت تک جاری و ساری رہی ہے۔ تمام بنی نوع انسان کو یہی تلقین کی جاتی رہی کہ تمھاری جبین نیاز سوائے باری تعالیٰ کے اور کسی کے سامنے نہ جھکے اور اپنے والدین کے ساتھ احسان اور فروتنی سے پیش آؤ۔ والدین کے ساتھ حُسن سلوک کرنے کی تعلیم تاکید کے ساتھ ہر دور میں ہر نبی کی اُمت کو دی گئی۔ اور یہ حکم آج بھی ہمیشہ کی طرح اُمت مصطفوی ﷺ کے لیے مفروض الاطاعت ہے۔ سورۃ بنی اسرائیل میں والدین کے ساتھ نیکی اور بھلائی کا حکم دینے کے بعد ارشاد فرمایا:

اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّ لَا تَنْهَرْهُمَا وَ قُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا وَ اخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَ قُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا[10]

"اگر تمھارے سامنے دونوں میں سے کوئی ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو انھیں اُف بھی نہ کہنا اور انھیں جھڑکنا بھی نہیں اور ان دونوں کے ساتھ بڑے ادب سے بات کیا کرو۔ اور ان دونوں کے لیے نرم دلی سے عجز و انکساری کے بازو جھکائے رکھو اور اللہ کے حضور عرض کرتے رہو۔ اے میرے رب ان دونوں پر رحم فرما جیسا کہ انھوں نے بچپن میں مجھے رحمت و شفقت سے پالا تھا۔"

یہ آیات واضح کرتی ہیں کہ اگر ماں باپ یا دونوں میں سے کوئی ایک تمھارے سامنے بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو پھر انھیں اُف تک کا کلمہ کہنا بھی منع ہے۔ خواہ تمھیں ان کی کوئی بات پسند آئے یا نہ آئے خواہ تمھاری طبیعت کو وہ کتنی ہی ناگوار نہ گزرے۔ خبر دار! تمھاری زبان سے ان کے لیے اُف تک کا کلمہ نہ نکلے۔ اُف تک نہ کہنے کا معنی یہ ہے کہ تمھاری زبانیں تمھارے والدین کے بارے میں اس حد تک بند ہو جائیں کہ ان کی کسی بات پر خفگی اور ناراضگی کا اظہار نہ ہونے پائے اور کبھی ایسا نہ ہو کہ تمھارا پیمانہ صبر ان کے معاملہ میں اس حد تک لبریز ہو جائے کہ تم انھیں جھڑکنے لگو یا ان کے ساتھ سختی، درشتی اور تلخی کے ساتھ پیش آؤ۔ اور اس طرح ان کی دل شکنی ہو۔ یہاں اُف تک نہ کہنے کی معنویت و حکمت پر غور ضروری ہے کہ ایسا کیوں فرمایا گیا؟ یہ بات اس لیے کہی گئی کہ جب آپ اُف کہتے ہیں تو یہ حالت بالعموم اس وقت پیش آتی ہے جب ماں باپ بڑھاپے کی کیفیت میں ہوتے ہیں۔[11]

یہ بڑھاپا بڑی ظالم چیز ہے جب قوائے بدنی مضمحل اور حواسِ خمسہ ماؤف ہونے لگتے ہیں تو بے بس اور بے چارگی کی یہ کیفیت نادیدنی ہوتی ہے۔ اکثر و بیشتر والدین عہدِ جوانی سے گزر کر بڑھاپے میں داخل ہوتے ہیں تو وہی اولاد جس کو وہ بچپن میں کھلاتے پلاتے رہے۔ اپنے خون پسینے کی کمائی جس کی نذر کرتے رہے جس کی ذرہ بھر تکلیف انھیں گوارہ نہ تھی۔ جس کے لیے اپنا سکھ چین سب کچھ قربان کیا خود کو بھوکا رکھ کر اپنے منہ سے لقمے نکال نکال کر جس کے منہ میں دیے، جس کو بن مانگے ہر چیز مل جاتی تھی۔ وہی اولاد جب جوان ہوتی ہے تو اپنے والدین کو مجبور بے بس پاتی ہے اور اسے وہ زمانہ یاد نہیں ہوتا کہ یہی والدین تھے جو اس کے آگے پیچھے ہوتے تھے۔ بیماری اور تکلیف کی حالت میں رات بھر جاگتے رہتے تھے اور اپنی بساط سے بڑھ کر ہر وہ چیز مہیا کرتے تھے جن کی ان کے بچوں کو ضرورت ہوتی تھی۔ وہی اولاد اگر اس کی تربیت صحیح نہج پر نہ ہوئی ہو بچپن کا زمانہ نکل جانے پر اپنے والدین کی نافرمان اور گستاخ ہو جاتی ہے۔ وہ اس دور کو یکسر بھلا دیتی ہے جب اس کے والدین اس کے لیے ہلکان ہوتے تھے اور اس کے آرام و آسائش کے لیے کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہیں کرتے تھے۔ عمر رسیدہ خواتین کو جن مسائل سے دوچار ہونا پڑتا ہے ان میں سے چند درجِ ذیل ہیں جن کا اسلامی تعلیمات کی روشنی میں تجزیہ کیا گیا ہے۔

بوڑھے ماں باپ کو گھر سے نکالنا

سروے کے دوران ضلع نارروال کی ایک بزرگ خاتون جس کا نام جنت بی بی ہے اس نے بتایا کہ ان کے چار بیٹے ہیں انھوں نے گھر سے نکال دیا ہے۔ دو بیٹے سعودی عرب میں رہتے ہیں۔ میں اپنے بھانجوں کے پاس رہتی ہوں ان کے ساتھ تھوڑا بہت کام کروا دیتی ہوں۔ کبھی کوئی بیٹا ملنے نہیں آیا اور نہ ہی کبھی لینے آیا ہے۔ عید کے موقع پر بھی کوئی بچہ ملنے نہیں آیا۔ میرے یہاں آنے کے بعد میرا ایک بیٹا سعودیہ گیا ہے جاتے ہوئے نہ ہی ملنے آیا ہے اور

نہ ہی بتایا ہے کہ میں جارہا ہوں۔ کسی نے بتایا ہے کہ آپ کا بیٹا باہر کے ملک چلا گیا ہے۔ ان بچوں کے لیے دن رات سخت محنت کی۔ سارا سارا دن کام کیا آج میں بوڑھی اور بے سہارہ ہوں تو دوسروں کے رحم و کرم پر زندگی کے دن پورے کر رہی ہوں۔[12] اللہ تعالیٰ ہدایت دے ایسی اولاد کو جس کے ہوتے ہوئے ماں باپ دربدر کی ٹھوکریں کھارہے ہوں۔ اللہ تعالیٰ ایسے بے سہارہ بزرگ خواتین کی مشکلات آسان کرے اور ان کی اولاد میں ان کے لیے محبت پیدا کر دے۔ ایسے بزرگ سوچ سوچ کر ذہنی مریض ہوتے جارہے ہیں۔ سروے کے دوران ایک بزرگ خاتون نور بی بی جو کہ اولڈ ہوم میں رہ رہی تھی، ان کا کہنا تھا کہ میرے بچوں نے مجھے صرف اس لیے اس ادارے میں بھیج دیا ہے کہ میں گھر میں بہت بولتی تھی۔ گھر والے مجھ سے تنگ تھے۔ میری کوئی بات برداشت نہیں کرتے تھے۔ مجھ سے تنگ آکر مجھے ادھر چھوڑ گئے۔ بہت کم مجھ سے ملنے آتے ہیں۔[13]

قرآن کریم نے والدین کے بارے میں دو حکم دیے ہیں ایک تو یہ کہ ان سے احسان اور نیکی کرنا تمھاری بڑی ذمہ داری ہے۔ دوسرا یہ کہ جب ان پر بڑھاپا غالب آجائے تو ان کا خاص خیال اور دلجوئی ازبس ضروری ہے۔ جبکہ اولڈ ہومز میں موجود بزرگ خواتین اس بات کا ثبوت ہیں کہ ہمارا معاشرہ بھی مغرب کی مانند اپنے بڑوں کو برداشت کرنے کی بجائے اپنے لئے وجھ سمجھنے لگا ہے اور ان کے حقوق ادا کرنے کی بجائے انہیں گھر سے نکال کر اپنی دنیاوی راحت کا سامان پیدا کرنے کی کوشش کرنے لگا ہے جبکہ اپنی اخروی راحت کو فراموش کرتا نظر آرہا ہے۔ اس سلسلے میں یہ شعور اجاگر کرنے کی ضرورت ہے کہ ہماری کامیابی اخروی کامیابی ہے یہ زندگی تو صرف آزمائش ہے اور امتحان ہے کہ دیکھا جائے کون اچھے اعمال انجام دیتا ہے اور کون برے۔

بوڑھے ماں باپ کی خبر گیری کے مسائل

جب والدین جوان ہوتے ہیں تو نیک بخت اولاد کبھی ان کے سامنے سر اونچا کر کے نہیں چلتی اور اس کی آنکھیں فرطِ ادب سے جھکی رہتی ہیں لیکن بساط اوقات وہی نیک بخت اولاد جس نے کبھی والدین کی جوانی میں ان کی نافرمانی نہ کی تھی جب ماں باپ بوڑھے ہو جاتے ہیں تو یہ آزمائش میں پڑ جاتی ہے۔ پیرانہ سالی میں چونکہ ہوش و حواس ویسے نہیں رہتے جیسا کہ جوانی کے عالم میں تھے۔ طبیعت بچپنے کی طرف پلٹنے لگتی ہے۔ بے خیالی میں بچوں جیسی حرکات سرزد ہونے لگتی ہیں جب تک ہوش و حواس قائم تھے اور ان سے اولاد کو فائدہ پہنچتا تھا جیسے تیسرے ان کی خدمت بجالاتی رہی لیکن جیسے ہی والدین کے بڑھاپے میں بچپنے کا عنصر ظاہر ہونے لگا۔ اولاد رفتہ رفتہ ان کے معمول سے ہٹے، ابنارمل رویوں سے اکتاہٹ محسوس کرنے لگتی ہے۔ جوں

جوں بڑھاپا آتا ہے طبیعت بچپنے کی طرف مائل ہونے لگتی ہے۔ لیکن کسی پر یہ کیفیت بڑھاپے کے آغاز پر طاری ہو جاتی ہے اور کسی پر بہت بعد میں جا کر طاری ہوتی ہے۔ یہ سب اللہ کا کام ہے۔

اس نفسیاتی کیفیت کی طرف قرآن حکیم انسان کو متوجہ کرتا ہے کہ جب بڑھاپا طاری ہونے لگے تو طبیعت قدرے وہمی اور ضدی پن کا شکار ہونے لگتی ہے یا یادداشت پہلے کی سی نہیں رہتی کہ معاملہ فہمی، تحمل اور برداشت کا مادہ مفقود ہونے لگتا ہے۔ یہ احساس کمزور پڑ جاتا ہے کہ کس چیز میں فائدہ ہے اور کس میں نقصان۔ ہر بات پر بچوں کی طرح ضد کرنا عادتِ ثانیہ بن جاتی ہے۔ آپ انھیں کسی بات پر روکیں گے مگر وہ سنی ان سنی کر دیں گے اور عمل اس بات پر کریں گے جس پر ان کا دل چاہے گا۔ یہ کوئی ایک دو دن کی بات نہیں بڑھاپے کا پورا عرصہ اسی کیفیت میں گزر جائے گا۔ ماں باپ چھوٹی چھوٹی بات پر ٹوکتے رہتے ہیں۔ جوان بیٹا اکتا جاتا ہے کہ یہ کیا ہر بات ہر معاملے میں ٹانگ اڑاتے ہیں۔ اپنے کام سے مطلب کیوں نہیں رکھتے۔ ان کی طبیعت ہر وقت وہی چیز کھانے کا تقاضا کرتی ہے جو نقصان دہ ہے۔ آپ بوڑھے ماں باپ سے اکثر یہ کہتے ہیں کہ اپنی صحت کا خیال رکھا کریں مگر وہ ہیں کہ اپنی من مانی کرتے ہیں۔ یہ بڑی آزمائش کا دور ہے۔[14]

ان کا بے جا اصرار نت نئے مسائل پیدا کرتا ہے۔ طبیعت میں ضد اور چڑچڑا پن نیک بخت اولاد کے لیے ایک مسلسل امتحان ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ کے قرآنی ارشاد پر کب اور کہاں تک عمل ہوتا ہے۔ بوڑھے والدین کی عقل و خرد سے عاری باتیں برداشت کرنا اور زبان سے اُف تک نہ کہنا بڑا صبر آزما مرحلہ ہے۔ یہی وہ کیفیت ہے جس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ والدین سے حُسن سلوک کرتے ہوئے اپنی زبان سے اُف بھی نہ کہو اور کبھی سخت لہجے میں ایسی بات نہ کہو جس سے ان کی دل شکنی ہو جائے۔ اللہ رب العزت نے خصوصیت کے ساتھ انسان کو یہ تربیت دی ہے کہ اپنے ماں باپ کا بڑھاپے میں خاص خیال رکھے اور خبردار اس دور میں ان سے نیکی اور بھلائی کرنے میں کوئی کوتاہی نہ ہونے پائے۔ یہ بہت بڑی آزمائش اور صبر کا امتحان ہے۔

اولادِ نرینہ کے مسائل

بہت سے ایسے بزرگ مرد و خواتین اولادِ نرینہ نہ ہونے کی وجہ سے بھی اداروں میں پناہ لینے پر مجبور ہوتے ہیں جن کی بیٹیاں ہوتی ہیں۔ وہ اپنی بیٹیوں کو بیاہ کر تنہا رہ جاتے ہیں۔ بیٹیاں بھی اپنے والدین کو اپنے گھروں میں نہ رکھنے پر مجبور ہوتی ہیں کیونکہ سسرال والے بہوؤں کے والدین کو اپنے گھروں

میں رکھنا اچھا نہیں سمجھتے۔ کچھ لوگ تو ایسے ہوتے ہیں جو کہ بہوؤں کے وجود کو اپنے گھروں میں بمشکل برداشت کرتے ہیں پھر ان کے والدین تو دور کی بات ہے۔ اور نہ ہی بیٹیوں کو شادی کے بعد میکے رہنے کی اجازت ہوتی ہے کہ وہ اپنے والدین کے گھر رہ کر ہی ان کی خدمت کر پائیں۔ بہت سے اداروں میں ایسے لوگوں نے پناہ لے رکھی ہے جن کی اولادِ نرینہ نہیں ہوتی۔ کچھ لوگ غیرت کی وجہ سے بھی اپنی بیٹیوں کے گھروں میں رہنا پسند نہیں کرتے۔ سروے کے دوران ذوالفقار بٹ عمر رسیدہ بزرگ جو کہ اولڈ ہاؤس میں رہ رہے ہیں ان کا کہنا ہے کہ میرا کوئی بیٹا نہیں ہے تین بیٹیاں ہیں جو کہ اپنے اپنے گھروں میں رہ رہی ہیں شادی شدہ ہیں وہ سسرال والوں کی طرف سے مجبور ہیں مجھے اپنے پاس نہیں رکھ سکتیں۔ میں اپنے میں اکیلا تھا خود کو نہیں سنبھال سکتا تھا۔ لہٰذا میری بیٹیوں نے مجھے ادھر بھیج دیا۔ وہ کبھی کبھار مجھے ملنے کے لیے یہاں آجاتی ہیں یا میں خود ادھر سے چھٹی لے کر اپنی بیٹیوں سے مل آتا ہوں۔ میں یہاں خوش ہوں ہر لحاظ سے یہاں میرا خیال رکھا جاتا ہے۔

بلقیس بی بی جو کہ شاہدرہ میں کسی کے گھر رہائش پذیر تھیں ان کا کہنا ہے کہ میری صرف دو بیٹیاں ہیں جن کی شادی ہو چکی ہے میں گھر میں اکیلی رہتی تھی۔ میری بیٹیوں نے یہاں مجھے کسی کے گھر چھوڑ دیا۔ میں اپنی بیٹیوں کے گھر نہیں رہ سکتی۔ کیونکہ ان کے سسرال والے اس بات پر اعتراض کرتے ہیں۔ بیٹیوں نے پہلے میرا نکاح کسی بوڑھے آدمی سے کر دیا تھا۔ دو سال بعد وہ آدمی وفات پا گیا اب میں پھر تنہا رہ گئی ہوں۔ اب کبھی کہاں چلی جاتی ہوں کبھی کہاں۔ اس طرح میں اپنی زندگی کے آخری دن گزار رہی ہوں۔ اللہ تعالیٰ میرے لیے آسانیاں پیدا کرے۔[15] اللہ تعالیٰ آسانیاں پیدا کرے ان بے سہارا لوگوں کے جو کہ ایک چھت کے لیے ترستے جو کہ اپنے پیاروں سے ملنے کے لیے ترستے ہیں۔ ہمیں ایسے لوگوں کے لیے سہارا بننا چاہیے ان کی مدد کرنی چاہیے۔ جہاں تک ہو سکے ان کی مشکلات دور کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ بیٹیوں کے سسرال والوں کو اپنی بہوؤں کے والدین کے ساتھ تعاون کرنا چاہیے۔ ان کی بیٹیوں کو اپنے والدین سے ملنے پر پابندی نہیں لگانی چاہیے۔ اگر ان کے رہنے کے لیے کوئی جگہ نہ ہو تو ان کو سہارا دینا چاہیے۔ بعض اوقات یہ بھی ہوتا ہے کہ ہم اپنے والدین کی خدمت بجالانے میں کوئی کسر اُٹھا نہیں رکھتے لیکن وہ تخلیے اپنے ملاقاتیوں سے بے دھڑک کہہ دیتے ہیں کہ یہاں ہمیں پوچھنے والا نہیں وہ اس طرح کی سخت سست باتیں کہہ دیتے ہیں جنھیں سن کر پریشانی اور پشیمانی لاحق ہو جاتی ہے لیکن کڑی آزمائش یہی ہے کہ ہر حال میں اپنی سعادت مندی کا ثبوت دیا جائے۔ اور حسب دستور ان کی خدمت میں کوئی کوتاہی نہ ہونے دی جائے۔ بیٹا چاہے وزارت یا صدارت کے منصب پر فائز ہو اس کی سعادت یہی ہے کہ ہمہ وقت ان کی خدمت میں مستعد رہا جائے۔ والدین کے ساتھ ادب اور محبت کا طریقہ اور قرینہ حُسن سلوک کے سوا اور کچھ نہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَ قُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا[16]

اور اللہ کے حضور عرض کرتے رہو! اے میرے رب ان دونوں پر رحم فرماجیسا کہ انھوں نے بچپن میں مجھے (رحمت وشفقت) سے پالا تھا۔

رب العالمین کی طرف سے یہ دعا کا سلیقہ سکھایا گیا ہے کہ اے انسان جب تیرے والدین بڑھاپے کی اس حالت کو پہنچ جائیں تو ان کے حق میں اپنے رب سے یہ دعامانگنا کہ اے پروردگار! ان پر اسی طرح رحم فرما جس طرح انھوں نے مجھے اس وقت محبت شفقت کی آغوش میں پالا تھا جب میں اتنا چھوٹا تھا کہ مجھے اپنے نفع نقصان کی کوئی سوجھ بوجھ نہ تھی اور میں ہمہ وقت ان کی رحمت کا محتاج تھا۔ حقوق والدین کا بنیادی تصور ہمیں حضرت ابراہیمؑ کی اس دعا میں بھی ملتا ہے جو قرآن مجید نے نقل فرمائی اور وہ ہماری نماز کا حصہ ہے اس دعا کے کلمات یہ ہیں: رَبَّنَا اغْفِرْ لِيْ وَ لِوَالِدَيَّ وَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ يَقُوْمُ الْحِسَابُ ۔[17] "اے ہمارے رب! مجھے بخش دے اور میرے والدین کو (بخش دے) اور دیگر سب مومنوں کو بھی جس دن حساب قائم ہو گا۔"

اس سے پتہ چلتا ہے کہ اسلام میں ہمہ وقت والدین کے ساتھ نیکی اور بھلائی کی تلقین کی گئی ہے حتیٰ کہ ان کے حق میں دعائیں کرنے کا حکم بھی دیا گیا ہے یہ سب کچھ کرنے کے بعد حق تو یہ ہے کہ والدین کا حق تو پھر بھی ادا نہیں ہوتا۔ ہمیں اللہ رب العزت سے والدین کی کماحقہ خدمت بجالانے کی توفیق مانگنی چاہیے۔

گھریلو بے سکونی اور لڑائی جھگڑے

ہمارے معاشرے میں اکثر گھروں میں بوڑھے والدین کی وجہ سے لوگ پریشان رہتے ہیں ان کا وجود گھر میں برداشت نہیں کرپاتے۔ بات بات پر ان سے بحث و لڑائی جھگڑے کرتے ہیں۔ بزرگوں کے ہر فیصلے اور ہر بات پر انھیں اعتراض ہوتا ہے گھر میں کسی فیصلے میں بزرگوں کو شامل ہی نہیں ہونے دیا جاتا۔ اور نہ ہی ان سے کوئی رائے ومشورہ وغیرہ لیا جاتا ہے۔ ان کی چھوٹی چھوٹی باتوں کو لے کر لڑائی کا سبب بنایا جاتا ہے۔ خاص کر بہوئیں اپنے ساس سسر سے جان چھڑانا چاہتی ہیں اپنے شوہروں کے ہر وقت ان کے گھر والوں کے خلاف کان بھرتی رہتی ہیں۔ اکثر والدین گھر میں روز روز کی چھوٹی موٹی لڑائیوں سے تنگ آجاتے ہیں اور گھر چھوڑنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ بزرگ لوگ زیادہ تر سکون اور خاموشی کو پسند کرتے ہیں جو کہ گھروں میں ان کو میسر نہیں ہوتی۔ زیادہ تر بیٹے بھی اپنی بہوؤں کے کہنے پر والدین سے بے تمیزی کرنے پر آجاتے ہیں ایسے میں والدین گھر چھوڑ کر اداروں میں پناہ لے لیتے ہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ گھر میں ہماری وجہ سے کوئی پریشانی نہ بنے۔ ہمارے معاشرے میں اکثر گھروں میں بہوئیں ساس سسر سے تنگ آجاتی ہیں اور

چھوٹی چھوٹی باتوں پر ان سے لڑائی جھگڑے کرتی ہیں۔ بعض اوقات بیٹے بھی بہوؤں کے ساتھ مل کر والدین کے ساتھ بے ادبی اور بدلحاظی کرتے ہیں۔ یہ ہماری بے ادبیاں اور بدلحاظیاں ہیں جنھوں نے ہماری گھریلو اور معاشرتی زندگی کو تہ وبالا کر کے تلخ وترش کر کے رکھ دیا ہے۔

سروے کے دوران روشن بی بی جو کہ اولڈ ہاؤس میں رہ رہی ہیں انھوں نے بتایا کہ میرے تین بیٹے ہیں جو کہ علیحدہ علیحدہ گھروں میں رہتے ہیں۔ میں اپنے چھوٹے بیٹے کے پاس رہتی تھی۔ بڑے بیٹے کبھی کبھار ملنے آتے تھے چھوٹی بہو کی مجھ سے نہیں بنتی۔ بات بات پر وہ میری بے عزتی کرتی۔ میرے ساتھ بدتمیزی کرتی۔ جب میرا بیٹا آتا تو اس سے بھی میری ڈانٹ ڈپٹ کرواتی۔ آئے روز گھر میں لڑائی جھگڑا رہتا۔ میں تنگ آکر اولڈ ہاؤس میں آگئی۔ اس دوران بڑے بیٹوں نے تو پوچھا بھی نہیں مگر چھوٹا بیٹا مجھے زبردستی گھر لے گیا مگر گھر جا کر وہی لڑائی جھگڑے اور پریشانیاں۔ مجھے کہتے تھے کہ اب تم سے لڑائی نہیں کریں گے مگر پھر بات بات پر مجھ سے لڑتے۔ میں دوبارہ ادھر آگئی۔ میرا بیٹا بھی میرا لحاظ نہیں کرتا تھا مجھے مجبوراً اپنا گھر چھوڑنا پڑا۔[18] اسی طرح چودھری انور جو کہ اولڈ ہاؤس میں رہائش پذیر ہیں، کا کہنا ہے کہ گھر والے مجھے برداشت نہیں کرتے۔ میری بیوی اور بیٹے بات بات پر مجھ سے لڑائی کرتے ہیں۔ میری عزت نہیں کرتے۔ جس کی وجہ سے مجھے گھر چھوڑ کر یہاں آنا پڑا۔ اب یہاں زندگی کے آخری دن پورے کر رہا ہوں پیچھے سے کبھی کوئی ملنے نہیں آیا۔ یہاں رہتے ہوئے کافی عرصہ ہو چکا ہے۔ گھر والوں کی کوئی خبر نہیں ہے۔[19]

ہمیں اپنے بڑوں کا احترام کرنا چاہیے ان کی ہر اچھی بُری بات کو برداشت کرنا چاہیے ان کی خدمت کرنی چاہیے ہم ان کی اولاد ہے اگر ان کا تلخ رویہ ہم برداشت نہیں کریں گے تو اور کون کرے گا۔ انھوں نے دن رات محنت کر کے ہمیں اس قابل بناتے ہیں کہ ہم اپنے قدموں پر کھڑے ہو سکیں۔ لیکن آج ہمارا معاشرہ اس حد تک گزر چکا ہے کہ اپنے والدین کا وجود بھی گھر میں برداشت نہیں کر سکتے ہیں۔ ہمیں اپنے بزرگوں سے پیار محبت سے پیش آنا چاہیے۔ جیسے اپنے بچوں کا خیال رکھتے ہیں ویسے ہی اپنے بزرگوں کا خیال رکھنا چاہیے۔

بوڑھی ماں کے حقوق اور احادیث رسول

جس طرح قرآن پاک میں والدین کے حقوق بیان کیے گئے ہیں۔ احادیثِ مبارکہ میں بھی والدین کے حقوق پر بہت زور دیا گیا ہے اور بوڑھی والدہ کی خدمت اور تعظیم پر اجر عظیم کی نوید بھی سنائی گئی ہے اس کے علاوہ اللہ کے آخری نبی حضرت محمد ﷺ کا اپنا عمل بھی اپنی رضائی والدی کی تکریم کے بارے میں ہمارے لئے بہترین رہنمائی کرتا ہے۔ احادیثِ مبارکہ میں والدین کے حقوق کو بہت زیادہ اہمیت حاصل ہے۔ احادیث کے بالاستیعاب مطالعہ سے والدین کے حقوق کا تعین ہوتا ہے۔ ایک حدیث مبارکہ میں ہے کہ ایک شخص حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے

لگایا رسول اللہ ﷺ! والدین کے بارے میں کچھ ارشاد فرمایئے ان کے کیا کیا حقوق ہیں۔ آقائے دوجہاں ﷺ نے والدین کی نسبت سوال کرنے والے شخص سے فرمایا: "**هما جنتك و نارك**"[20] "وہی دونوں تیری جنت اور دوزخ ہیں۔" حدیثِ مبارکہ کے الفاظ پکار پکار کر کہہ رہے ہیں کہ تمھارے والدین ہی تمھاری جنت ہیں۔ اگر تم ان کی خدمت کا فریضہ بجالاؤ گے تو جنت کے حقدار ہو گے۔ اگر تم ان کی خدمت ترک کر دو گے تو وہ تمھارے دوزخ میں بھیجنے کا موجب بن سکتے ہیں۔

اس حدیثِ مبارکہ سے بخوبی واضح ہوتا ہے کہ پنجگانہ نمازیں، روزے، نوافل، حج، عمر اور کثرت سے صدقات و خیرات ادا کرنا جنت میں لے جانے کا باعث نہیں بنتا۔ اگر ان اعمال کا عامل ماں باپ کا گستاخ و بے ادب ہو اور ان کا خدمت گزار نہ ہو، حدیث کے الفاظ بغیر کسی ابہام کے اس امر کا اعلان کر رہے ہیں کہ ماں کے گستاخ اور بے ادب کی ہر طرح کی عبادتیں اللہ کی بارگاہ میں غیر مقبول ہوں گی اور انھیں ان عبادتوں کے باوجود جہنم میں دھکیل دیا جائے۔ ایک صحابی نے حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں آکر سوال کیا: "**أي العمل احب إلى الله**" "اللہ کے نزدیک کون سا عمل زیادہ محبوب ہے۔" اس کا جواب نبی اکرم ﷺ نے یہ فرمایا: "**الصلوٰة على وقتها**" "نماز کو اس کے وقت پر ادا کرنا۔" یعنی اللہ کے ہاں محبوب ترین عمل نماز کو صحیح وقت پر ادا کرنا ہے تاکہ قیام وصلوٰۃ کے ثمرات پوری طرح حاصل ہو سکیں۔ صحابی نے عرض کیا: پھر کون سا عمل اللہ کے نزدیک محبوب ترین ہے؟ سرورِ کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا: "ثم بر الوالدين" "والدین کے ساتھ نیکی کرنا۔" یعنی نماز کے بعد محبوب ترین عمل والدین کے ساتھ نیکی اور احسان کرنا ہے۔ صحابی نے پھر عرض کیا: اس کے بعد کون سا عمل اللہ کے ہاں پسندیدہ ہے۔ حضور پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا: "**الجهاد في سبيل الله**"[21] والدین کی خدمت کے بعد اللہ کی راہ میں جہاد کرنا اللہ کے ہاں پسندیدہ عمل ہے۔ یعنی والدین کی خدمت کے بعد تیسرا عمل جو اللہ کو سب سے زیادہ پسند ہے وہ اللہ کی راہ میں جہاد کرنا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ والدین کی خدمت ایسا عمل ہے جو جہاد سے بھی زیادہ فضیلت اور درجہ رکھتا ہے۔ ایک صحابی نے حضور نبی اکرم ﷺ سے عرض کیا کہ میں جہاد کی خواہش رکھتا ہوں لیکن اس کی طاقت نہیں ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: کیا تمھارے والدین میں سے کوئی زندہ ہے۔ صحابی نے عرض کیا کہ ماں زندہ ہے۔ اس پر آپ ﷺ نے اس صحابی سے فرمایا:

"فاجل الله في برها فإذا فعلت ذلك فانت حاج و معتمر و مجاهد"[22]

جاؤ اپنی ماں کی خدمت بجالاتے ہوئے اللہ کی بارگاہ میں پیش ہو جاؤ کہ اس سے تمھیں حج کا ثواب ملے گا عمرے کا ثواب بھی اور جہاد کا بھی۔

صحابی نے تو فقط جہاد کی بات کی تھی مگر حضور نبیا کرم ﷺ نے تینوں چیزیں بیان فرمادیں کہ اگر تو ماں کی خدمت کی توفیق حاصل کرے تو اس سے تجھے جو اجر و ثواب ملے گا وہ حج، عمرہ اور جہاد تینوں کے برابر ہو گا۔ اس سے اس مسئلے کا استنباط ہوتا ہے کہ اگر کسی کے ماں باپ ضعیف یا بیمار ہوں اور جوان اولاد کے سوا ان کی خدمت اور خبر گیری کرنے والا اور کوئی نہ ہو تو حج، عمرہ اور جہاد پر جانے کی بجائے انھیں اپنے ماں باپ کی خدمت گزاری کو مقدم جاننا چاہیے۔ یہ وہ قابلِ توجہ نکتہ ہے جسے آج حرزِ جان بنالینے کی ضرورت ہے۔

ماں کی خدمت جنت کا ذریعہ

احادیث میں ایک اور روایت یوں مذکور ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر ایک شخص نے عرض کیا کہ میں آپ ﷺ کے ساتھ اللہ کی راہ میں اس کی رضا کی خاطر جہاد کرنا چاہتا ہوں مجھے اجازت مرحمت فرمائیے۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے استفسار فرمایا کہ کیا تیری ماں زندہ ہے۔ ”حَدَّثَنَا أَبُو يُوسُفَ مُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ الرَّقِّيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ الْحَرَّانِيُّ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ طَلْحَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ، عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ جَاهِمَةَ السُّلَمِيِّ قَالَ: أَتَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنِّي كُنْتُ أَرَدْتُ الْجِهَادَ مَعَكَ أَبْتَغِي بِذَلِكَ وَجْهَ اللَّهِ وَالدَّارَ الْآخِرَةَ، قَالَ: «وَيْحَكَ، أَحَيَّةٌ أُمُّكَ؟» قُلْتُ: نَعَمْ، قَالَ: «ارْجِعْ فَبَرَّهَا» ثُمَّ أَتَيْتُهُ مِنَ الْجَانِبِ الْآخَرِ، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنِّي كُنْتُ أَرَدْتُ الْجِهَادَ مَعَكَ، أَبْتَغِي بِذَلِكَ وَجْهَ اللَّهِ وَالدَّارَ الْآخِرَةَ، قَالَ: «وَيْحَكَ، أَحَيَّةٌ أُمُّكَ؟» قُلْتُ: نَعَمْ، يَا رَسُولَ اللَّهِ، قَالَ: «فَارْجِعْ إِلَيْهَا فَبَرَّهَا» ثُمَّ أَتَيْتُهُ مِنْ أَمَامِهِ، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنِّي كُنْتُ أَرَدْتُ الْجِهَادَ مَعَكَ، أَبْتَغِي بِذَلِكَ وَجْهَ اللَّهِ وَالدَّارَ الْآخِرَةَ، قَالَ: «وَيْحَكَ، أَحَيَّةٌ أُمُّكَ؟» قُلْتُ: نَعَمْ، يَا رَسُولَ اللَّهِ، قَالَ: «وَيْحَكَ، الْزَمْ رِجْلَهَا، فَثَمَّ الْجَنَّةُ»“[23] ”میں آیا نبی پاک ﷺ کے پاس میں نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ میں نے آپ ﷺ کے ساتھ جہاد کا ارادہ کیا ہے تاکہ میں اس کے ذریعے اللہ کی رضا اور یومِ آخرت کی رضا تلاش کروں۔ فرمایا: افسوس تمھاری ماں زندہ ہوتی میں نے عرض کی ماں زندہ ہے۔ فرمایا: تو لوٹ جا ان سے نیکی کر پھر میں نبی پاک ﷺ کے پاس آیا دوسری جانب سے میں نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ میں آپ کے ساتھ جہاد کا ارادہ رکھتا ہوں تاکہ اس کے ذریعے میں اللہ اور آخرت کی رضا تلاش کروں۔ فرمایا: افسوس تمہاری ماں زندہ ہو۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ میری ماں زندہ ہے۔ فرمایا: لوٹ جا ماں سے نیکی کر۔ پھر میں آیا نبی پاک ﷺ کی بارگاہ میں سامنے سے۔ میں نے عرض کی یارسول

اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ میں آپ کے ساتھ جہاد کا ارادہ رکھتا ہوں تاکہ میں اللہ اور آخرت کی رضا تلاش کروں۔ فرمایا: تیرے لیے افسوس کہ تیری ماں زندہ ہوتی۔ میں نے عرض کی یارسول اللہ میری ماں زندہ ہے۔ فرمایا: ماں کی خدمت لازم پکڑ جنت وہیں ہے۔"

ایک اور حدیث مبارکہ میں جسے امام حاکم اور امام ترمذی نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: "رَغِمَ أَنْفُ رَجُلٍ ذُكِرْتُ عِنْدَهُ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيَّ، وَرَغِمَ أَنْفُ رَجُلٍ دَخَلَ عَلَيْهِ رَمَضَانُ فَانْسَلَخَ قَبْلَ أَنْ يُغْفَرَ لَهُ، وَرَغِمَ أَنْفُ رَجُلٍ أَدْرَكَ عِنْدَهُ أَبَوَاهُ الْكِبَرَ فَلَمْ يُدْخِلَاهُ الْجَنَّةَ."[24] "اس شخص کا ناک خاک آلود ہو جس کے ہاں میرا ذکر ہوا پھر اس نے مجھ پر درود نہ بھیجا اور اس شخص کا ناک خاک آلود ہو جس پر ماہ رمضان داخل ہوا پھر گزر گیا اس سے پہلے کہ اس کی بخشش ہو یعنی اس نے روزے نہ رکھے اور اس شخص کا ناک خاک آلود ہو جس نے اپنے والدین کو بڑھاپے میں پایا پھر انھوں نے اسے جنت میں داخل نہ کیا۔"

اسلام نے والدین کے جو حقوق متعین کیے ہیں دوسرے کسی مذہب اور نظریے میں اس کا پاس نہیں۔ وہاں تو سرے سے نہ والدین کے حقوق کا کوئی پاس ہے نہ اولاد کے حقوق کا کوئی خیال افسوس کہ ہم مغرب کی چکاچوند سے متاثر ہوتے جا رہے ہیں اور مغرب زدگی کی اس رو میں بہہ کر اس تصور سے عاری ہو گئے ہیں جو اسلام نے ہمیں عطا فرمایا ہے۔ ہم اپنے والدین کے لیے علیحدہ کمرے بنا کر اور ان کے نان و نفقہ کے لیے ماہانہ روزینہ مقرر کر کے یہ سمجھ بیٹھے ہیں کہ ہم ان کے حقوق پورے کر رہے ہیں۔ یاد رہے کہ قرآن و سنت کی رو سے والدین کے جو حقوق متعین کیے گئے ہیں ان کے پیش نظر یہ خدمت کافی نہیں ہے خدمت کے اور بہت سارے پہلو ہیں جنھیں ملحوظ خاطر رکھنا لازمی ہے۔

سورۃ لقمان میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے: وَ وَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ[25] "اور ہم نے انسان کو اس کے والدین کے بارے میں (نیکی کا) تاکیدی حکم فرمایا۔" اللہ تعالیٰ نے انسان کو والدین کے بارے میں بڑی تاکید فرمائی یعنی والدین کے حقوق کی ادائیگی پر زور دیا۔ یہ والدین کے بارے میں اجمالی حکم تھا کہ وہ دورانِ حیات دونوں کے ساتھ حُسن سلوک سے پیش آئے پھر اس کے بعد خصوصیت کے ساتھ ماں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: حَمَلَتْهُ أُمُّهُ وَهْنًا عَلٰى وَهْنٍ[26] "جسے اس کی ماں نے تکلیف پر تکلیف کی حالت میں (اپنے پیٹ) میں برداشت کرتی رہی۔"

پہلے حکم میں تاکید مشترک ہے اور دونوں کے ساتھ یکساں نیک سلوک روا رکھنے کی تاکید کی گئی ہے جب کہ دوسرے میں صرف ماں کے لیے تاکید کی گئی ہے۔ اس کے لیے پند و نصیحت کا انداز اور اسلوب اختیار کرتے ہوئے انسان کو اس امر کی جانب متوجہ کیا گیا ہے کہ اس کی ماں اسے ولادت سے قبل کتنی تکلیف مصیبت میں اُٹھائے پھرتی رہی۔ وَهْنًا عَلٰى وَهْنٍ کے الفاظ انتہائی معنی خیز ہیں جو انسان کو نفسیاتی پیرایہ بیان سے اس حقیقت کی طرف

ملتفت ہونے کی دعوت دے رہے ہیں کہ وہ اپنے دھیان کی آنکھ کھول کر دیکھے کہ اس کی ماں کتنی جان لیوا مشقت سے اس کے وجود کا بوجھ اُٹھائے پھرتی رہی۔ جس نے اس پر پے در پے تھکن کے اثرات طاری کیے رکھے لیکن وہ انھیں خوش طبعی اور خندہ پیشانی سے بغیر کسی حزن و ملال کے برداشت کرتی رہی۔ وَهْنًا عَلٰی وَهْنٍ میں تکرار لفظی کا مطلب یہ ہے کہ قبل از ولادت کا سارا عرصہ وہ بار بار تکلیف اور تھکن کی کیفیت سے چور ہو کر اپنے بچے کا بوجھ اُٹھائے رکھتی ہے لہٰذا انسان کو اس امر کی طرف متوجہ کیا گیا ہے کہ تمھیں کیا خبر کہ وہ تمھاری خاطر کتنے کرب اور اذیت کی کیفیت سے دو چار ہوتی رہی۔ اس عرصہ میں فکر ہوتی رہی تھی کہ تم رحم مادر میں محفوظ رہو اور ستم ہائے روزگار سے تمھارے وجود کو کوئی آنچ نہ آنے پائے۔[27] بچے کی پرورش نگہداشت میں ماں کا کردار بے بدل اور انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔ قدرت نے اس میں ممتاز کا کتنا بڑا خزانہ بھر دیا ہے وہ اپنے بچے کی زندگی، صحت اور تندرستی کے لیے جان تک داؤ پر لگانے سے بھی گریز نہیں کرتی۔ یہ بات اپنی جگہ درست ہے کہ باپ سارا دن فکر روزگار میں مارا مارا پھرتا ہے۔ بیمار بچے کے دوا دارو کے لیے کوئی کسر اُٹھائے نہیں رکھتا لیکن ماں کی تو بات ہی کچھ اور ہے۔ اسی لیے قرآن پاک میں ایک مقام پر والدین کی اہمیت اور مقام و مرتبہ کے ذیل میں ارشاد فرمایا گیا:

وَ وَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ اِحْسٰنًا حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ كُرْهًا وَّ وَضَعَتْهُ كُرْهًا وَ حَمْلُهٗ وَ فِصٰلُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا[28]

”اور ہم نے انسان کو اپنے والدین کے ساتھ نیک سلوک کرنے کا حکم فرمایا۔ اس کی ماں نے اس کو تکلیف سے پیٹ میں اُٹھائے رکھا اور اسے تکلیف کے ساتھ جنا، اور اس کا (پیٹ میں) اُٹھانا اور اس کا دودھ چھڑانا (یعنی زمانہ حمل و رضاعت) تیس ماہ پر مشتمل ہے۔“

اس ارشادِ باری تعالیٰ میں والدین کے ساتھ احسان کرنے کے حکم کو تاکید کے ساتھ بیان کیا گیا مگر اس کے فوراً بعد ماں کی ان تکلیفوں کا ذکر کیا گیا جو وہ بچے کو حمل، وضع حمل کے دوران اور اس کے بعد برداشت کرتی ہے۔ اس میں دو سال تک بچے کو دودھ پلانے کی طرف بھی اشارہ ہے۔ **حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ كُرْهًا** کے الفاظ انسان کو اس زمانے کی طرف متوجہ کرتے ہیں جب اس کی ماں اس کو پیٹ میں سنبھالے ہوئے تھی اور **وَّ وَضَعَتْهُ كُرْهًا** پیدائش کی تکلیف دردزہ کی طرف اشارہ ہے یعنی اس نے انتہائی جان لیوا تکلیف کی حالت میں اسے جنا پھر ان دونوں زمانوں کو ملا کر **وَ حَمْلُهٗ وَ فِصٰلُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا** کا ذکر کیا گیا۔ گویا انسان کو خبردار کیا گیا ہے کہ اے ماں کی قدر ناشناسی کرنے والے ظالم! ذرا دیکھ کہ اپنی جان کو تیری جان کے لیے وقف کر دینے کا زمانہ جو تیس مہینوں پر مشتمل ہے اس عرصہ میں وہ فقط تیری نشو و نما کی خاطر تکلیفیں اور مصیبتیں برداشت کرتی رہی۔ یہ چند دنوں یا ایک مہینے کی بات نہیں پورے تیس ماہ اس نے اپنی جان تیرے آرام و آسائش کے لیے کھپائے رکھی۔ اپنے آپ کو مسلسل بے سکونی کی حالت میں مبتلا کیے رہی۔ اب بھی اگر تو اس کے حقوق کا خیال نہیں رکھتا اور اس کے مقام و مرتبہ کی اہمیت سے بے خبر ہے تو حیف ہے تیری عقل و دانش، علم و فکر اور تیری

انسانیت پر۔ اگر کوئی انسان فرمودہ خداوندی کے مطابق اپنی تخلیق کے ابتدائی زمانے کی طرف ہی نگاہ کرے تو وہ لامحالہ اس نتیجے پر پہنچے گا کہ وہ اپنی ماں کی پرورش کے ایک دن کا بھی حق عمر بھر ادا نہیں کر سکتا۔

عمر رسیدہ ماں باپ کی خدمت کے فوائد

امام ابن عدی نے "الکامل" میں حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: "**بِرُّ الوَالِدَيْن يَزِيْدُ في العمر**"[29] "ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرنا عمر کو بڑھاتا ہے۔" اس حدیث سے ثابت ہوا کہ ماں باپ کی خدمت فرمانبرداری سے اللہ تعالیٰ عمر میں برکت فرماتا ہے۔ لہٰذا ماں باپ کی زیادہ سے زیادہ خدمت کرنی چاہیے۔ حضرت انسؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "**مَنْ اَحَبَّ اَنْ يَبْسَطُ لَهُ فِي رِزْقِهِ وَيْنسَا لهُ في أثره فليَصِلْ رحمه**"[30] "جو شخص یہ چاہے کہ اس کا رزق وسیع ہو اور اس کی عمر لمبی کی جائے تو اسے چاہیے کہ رشتہ داروں کے حقوق ادا کرے۔" صلہ رحمی کا مطلب رشتہ داروں کے حقوق ادا کرکے رشتہ کو قائم رکھنا اس حدیث مبارکہ میں بتایا گیا ہے کہ رشتہ داروں سے اچھا برتاؤ کرنا بوقت ضرورت ان کی مدد کرنا اور مشکل میں ان کے کام آنا جہاں تک ہو سکے ان کی جائز خواہش پورا کرنا اور دوسروں کے مقابلہ میں انھیں ترجیح دینا مثلاً زکوٰۃ، صدقات، عطیات وغیرہ میں رشتہ دار مستحقین کو ترجیح دینا۔ رشتہ داروں میں سب سے بڑا رشتہ دار ماں باپ، دادا دادی پھر نانا نانی کا ہے۔ پھر بیوی اولاد اس کے بعد باقی خونی رشتہ دار ہیں پھر دور کے رشتہ داروں کے حقوق شامل ہیں۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

> "**تَعَلَّمُوا مِنْ أَنْسَابِكُمْ مَا تَصِلُونَ بِهِ أَرْحَامَكُمْ، فَإِنَّ صِلَةَ الرَّحِمِ مَحَبَّةٌ فِي الأَهْلِ، مَثْرَاةٌ فِي الْمَالِ، مَنْسَأَةٌ فِي الأَثَرِ**"[31]
>
> "تم اپنے نسبوں میں وہ جانو سیکھو جس سے تم اپنے رشتے جوڑو کیوں کہ رشتے جوڑنا ان کا حق ادا کرنا خاندان میں محبت بڑھانا ہے اور مال میں برکت کا سبب ہے اور عمر لمبی ہونے کا باعث ہے۔"

یہ بھی ماں باپ کے حقوق میں سے ہے کہ اولاد کو ان کے قریبی رشتہ داروں کے نام معلوم ہوں یہ کہ وہ کہاں اور کس حال میں رہتے ہیں ان کے حقوق کو ادا کرنا ان کے ساتھ رشتہ جوڑنا ہر ممکن مدد کرنا تاکہ ماں باپ کا دل خوش ہو ضروری ہے اور فرمایا اس سے تمھاری روزی اور عمر میں برکت ہو گی کہ وہ خوش ہو کر دعائیں دیں گے اور دعاؤں سے روزی میں برکت ہوتی ہے بلائیں دور ہوتی ہیں اور عمر بڑھتی ہے۔[32] ماں باپ کی فرمانبرداری فرض ہے بلکہ

انتہائی اہم فریضہ ہے کہ اس کی خلاف ورزی اللہ تعالیٰ کو اس قدر ناپسند ہے کہ اس کی خلاف ورزی کرنے والے پر اللہ تعالیٰ کی لعنت فرمائی گئی ہے۔ لہٰذا اولاد کو چاہیے کہ ہر جائز کام میں دل و جان سے والدین کی فرمانبرداری کرے۔

امام حاکم نے مستدرک میں حضرت علی مرتضیٰؓ سے روایت کی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "لَعَنَ اللهُ العاق لِوَالِدَيْه"[33] امام حاکم نے مستدرک میں حضرت ابو بکرؓ سے روایت کی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: "كُلُّ الذُّنُوبِ يُؤَخِّرُ اللهُ مَا شَاءَ مِنْهَا إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ إِلَّا عُقُوقَ الْوَالِدَيْنِ فَإِنَّ اللَّهَ تَعَالَى يُعَجِّلُهُ لِصَاحِبِهِ فِي الْحَيَاةِ قَبْلَ الْمَمَاتِ"[34] "سارے گناہوں سے جس کی سزا اللہ چاہے قیامت تک پیچھے کر دے مگر ماں باپ کی نافرمانی کی سزا انسان کو موت سے پہلے دنیا کی زندگی میں ہی مل جاتی ہے۔" جس گناہ سے انسان نے توبہ نہ کی وہ اس کے اعمال نامہ میں رہتا ہے۔ پھر اللہ چاہے تو اس کی سزا دنیا میں دے دے یا اسے پیچھے کر دے اور روزِ قیامت دے لیکن والدین کی نافرمانی ایک ایسا گناہ ہے جس کی سزا دنیا میں ہی مل کر رہتی ہے۔ لہٰذا اولاد کو ماں باپ کے ساتھ مخلص ہونا اور ظاہر و باطن ان کا فرمانبردار ہونا اور انھیں ہر صورت خوش رکھنا چاہیے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "رِضَاءُ اللَّهِ فِي رِضَاءِ الْوَالِدِ، وَسَخَطُ اللَّهِ فِي سَخَطِ الْوَالِدِ"[35] "اللہ کی رضا والد کی رضا میں ہے اور اللہ کی ناراضی والد کی ناراضی میں۔" ابن ماجہ نے ابو امامہ سے روایت کیا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "هما جنتك وَ نارُكَ"[36] رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "ثَلَاثَةٌ لَا يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ: الْعَاقُّ بِوَالِدَيْهِ، وَالدَّيُّوثُ، وَرَجِلَةُ النِّسَاءِ"[37] "تین شخص جنت میں نہ جائیں گے، ماں باپ کی نافرمانی کرنے والا اور دیوث اور وہ عورت کہ مردانی وضع بنائے۔" ایک اور مقام پر حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا جس کا ترجمہ ذیل میں ہے: "ایک نوجوان نزع میں تھا اسے کلمہ تلقین کرتے تھے نہ کہا جاتا تھا۔ یہاں تک حضور اقدس ﷺ تشریف لے گئے اور فرمایا کہہ لا الٰه الا الله، عرض کی نہیں کہا جاتا، معلوم ہوا کہ ماں ناراض ہے اسے راضی کیا تو کلمہ زبان سے نکلا۔"[38]

مذکورہ احادیث مبارکہ سے ثابت ہوتا ہے کہ والدین کا نافرمان اللہ تعالیٰ کا بھی نافرمان ہے۔ باپ کی ناراضگی اللہ تعالیٰ کی ناراضگی ہے، آدمی اگر ماں باپ کو راضی کرے تو وہ اس کی جنت ہیں اگر ناراض کرے تو وہ اس کی دوزخ ہیں۔ جب تک ماں باپ کو راضی نہ کرے گا اس کا کوئی فرض، کوئی نفل، کوئی عمل نیک اصلاً قبول نہ ہوگا۔ عذابِ آخرت کے علاوہ دنیا میں ہی نافرمان پر سخت بلا نازل ہوگی۔ مرتے وقت معاذ اللہ کلمہ نصیب نہ ہونے کا خوف ہے۔[39] اللہ تعالیٰ ہمیں والدین کی نافرمانی سے بچائے۔ والدین کی خدمت کرنے اور ان کے احکام کو بجالانے کی توفیق عطا فرمائے۔ والدین کو خوش رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ یہ جان کر بہت افسوس ہوتا ہے ہمارا ملک جو اسلام کے نام پر حاصل کیا گیا ہے اس میں تقریباً ہر شہر اور علاقے میں اولڈ ہاؤس

بنائے گئے ہیں۔ والدین کو بوجھ تصور کیا جاتا ہے ان کی خدمت کرنے کی بجائے ان کو اولڈ ہاؤس میں بھیج دیا جاتا ہے جہاں والدین تنہا اپنے بچوں سے ملنے کے لیے بے تاب رہتے ہیں۔ ان کو دوسروں کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا جاتا ہے۔

خلاصۂ بحث

دین اسلام حقوق و فرائض کی باہمی ادائیگی کا جتنا معتدل، خوبصورت اور معیاری عملی نمونہ پیش کرتا ہے دنیا کا کوئی قدیم و جدید مذہب بھی اس کا عشر عشیر بھی پیش نہیں کر سکا۔ آج مغربی معاشرہ مادی ترقی کے باعث مہذب معاشرتی نظام کا دعویدار ہے لیکن انسانی رشتوں کے تقدس کے اسلامی معیار کی دھول کو بھی نہیں پہنچ سکتا۔ وہاں مادیت طلبی نے والدین کو بچوں کی تربیت سے بیگانہ کر دیا ہے۔ بچے والدین کی توجہ اور محبت سے محروم ہو کر (Care Centre's) میں پرورش پا رہے ہیں اور بوڑھے اپنی نوجوان باروزگار اولاد کی توجہ سے محروم ہو کر بے شمار رفاہی اداروں میں زندگی کے دن پورے کرتے ہیں۔ حالانکہ کوئی بوڑھا ہو یا بچہ وہ خونی رشتوں کی محبت اور توجہ کا محتاج ہوتا ہے۔ اسے جو احترام و حفاظت کی فضا گھر میں مل سکتی ہے باہر کسی بھی جگہ ممکن نہیں۔ انسان چونکہ ربوبیت کاملہ کا مظہر ہے اس لیے اس کی تربیت و حفاظت دوسری مخلوق کی نسبت جہاں انتہائی اہم ہے وہاں نہایت حساس اور مشکل تخلیقی مرحلہ بھی۔ یہی وجہ ہے کہ اس فریضے کی انجام دہی کے لیے قدرت نے بچے اور والدین کے درمیان لازوال محبت کا ایسا جذبہ رکھ دیا ہے جو انھیں کسی بھی قربانی سے گریزاں نہیں ہونے دیتا۔ نظامِ ربوبیت میں یہ تسلسل اور شرف و امتیاز ایک طرف انسانی عظمت کی دلیل ہے اور دوسری طرف اسے خلافتِ ارضی کے منصب جلیلہ پر فائز رہنے کی استعداد فراہم کرتا ہے۔ اس لیے بجا طور پر کہا جا سکتا ہے کہ ایک بچے کی تربیت گویا ایک جہاں کی تربیت ہے۔ ایک نسل اور عہد کی تعمیر ہے۔ یہ پہلو تو تھا والدین کی طرف سے بچے کی تربیت کا۔ دوسری طرف اولاد کے لیے بھی ضروری ہے کہ اپنے والدین کا حتی المقدور احترام کریں۔ ادب تعظیم بجالائیں۔ ان کے ہر جائز حکم کو دینی فریضہ سمجھ کر اور ضروریاتِ زندگی کی فراہمی اسی جذبے کے ساتھ کریں جس جذبے سے وہ بچپن میں اس کی پرورش کرتے رہے۔ بالخصوص ماں کی خدمت کا توصلہ دینا ممکن ہی نہیں جس کی قربانیاں اپنے بچوں کے لئے بے مثال ہیں۔ قرآن کریم اور احادیثِ نبوی ﷺ میں اس فریضے کی باہمی ادائیگی سے متعلق بہت سے احکام مذکور ہیں۔ جن پر عمل کر کے اسلامی معاشرہ ادب و احترام، محبت و مروت، جیسی مثالی صفات سے متصف رہا لیکن تہذیب جدید کے مادیت زدہ ماحول نے اکثر گھرانوں میں اس مقدس رشتے کا تقدس بھی ختم کر دیا ہے اور افراد معاشرہ اس برائی میں روز بروز کثرت سے شریک ہو رہے ہیں کہ وہ اپنی ماں سے بدسلوکی کرتے ہی اور

اسے مجبور اور لاچار کر کے اولڈ ہائس میں بھیج دیتے ہیں ان پر ظلم بھی کرنے سے باز نہیں آتے۔اس بارے میں ایسے اقدامات اٹھانے کی ضرورت ہے کہ ایسی عمر رسیدہ خواتین کے لئے قانون سازی کر کے ان کو حقوق کا تحفظ یقینی بنایا جائے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

حوالہ جات

[1] البخاری، محمد بن اسماعیل، **الصحیح البخاری**،(دار طوق النجاۃ، ۱۴۲۲ھ)، رقم:۵۷۹۱۔

Al-Bukhārī, Muḥammad bin Ismāʿīl, Ṣaḥīḥ al-Bukhārī, (Dār Tawq al-Najāḥ, 1422H), Ḥadīth. No 5791.

[2] محمد طاہر القادری،ڈاکٹر، "**حقوق والدین**"،(لاہور: منہاج القرآن، س ن)، ص:۱۱

Muḥammad Ṭaḥir al-Qādri, *Ḥuquq Waldain*, (Lahore: Minhaj al-Qur'an), p. 11

[3] القرآن، سورۃ النساء۴:۱

Al-Qur'an, al-Nisa, 1:4

[4] القرآن، سورۃ بنی اسرائیل۱۷:۲۳

Al-Qur'an, Banī Isra'il, 17:23

[5] ایضا

Ibid

[6] محمد طاہر القادری،ڈاکٹر، "**حقوق والدین**"، ص:۱۴

Muḥammad Ṭaḥir al-Qādri, *Ḥuquq Waldain*, p. 14

[7] القرآن، سورۃ النساء۴:۳۶

Al-Qur'an, al-Nisa,4:36

[8] محمد طاہر القادری،ڈاکٹر، "**حقوق والدین**"، ص:۱۵

Muḥammad Ṭaḥir al-Qādrī, *Ḥuquq Waldain*, p. 15

[9] القرآن، سورۃ البقرہ۲:۸۳

Al-Qur'an, al-Baqara, 2:83

[10] القرآن، سورۃ بنی اسرائیل۱۷:۲۳، ۲۴

Al-Qur'an, Banī Isra'il, 17:23

[11] محمد طاہر القادری،ڈاکٹر، "حقوق والدین"، ص:۱۷

Muḥammad Ṭahir al-Qādrī, Ḥuquq Waldain, p. 17

12 سروے، نارووال، ۳مارچ۲۰۲۱ء

Survey, Naroval, 3rd March, 2021

13 سروے، ادارہ احساس کدہ، اولڈ ہاؤس، ماڈل ٹاؤن، لاہور، مارچ، 2021۔

Survey, Ihsās Kada Old House, Modle Town, 5th March, 2021

14 محمد طاہر القادری، ڈاکٹر، "**حقوق والدین**"، ص:۱۸

Muḥammad Ṭahir al-Qādri, *Ḥuquq Waldain*, p. 18

15 سروے، شاہدرہ، ۲۵ نمبر سٹاف گلی نمبر ۸، لاہور

Survey, Shahdara, 25 no Staff Colony, 16 March, 2021

16 القرآن، سورۃ بنی اسرائیل ۱۷:۲۴

Al-Qur'an, Banī Isra'il, 17:24

17 القرآن، سورۃ ابراہیم ۱۴:۴۱

Al-Qur'an, Ibrahīm, 14:41

18 سروے، ادارہ احساس کدہ، اولڈ ہاؤس، جوہر ٹاؤن، لاہور

Survey, Ihsās Kada Old House, Modle Town, 5th March, 2021

19 ایضاً

20 ابن ماجہ، محمد بن یزید، **سنن ابن ماجہ** (لاہور: مکتبہ رحمانیہ، 2007ء)، رقم: 3662۔

Ibn Māja, Muḥammad Bin Yazīd,Sunan Ibn Māja(Lahore:Maktaba Rahmāniya,2007),No: 3662.

21 مسلم بن الحجاج، **صحیح مسلم** (بیروت: دار احیاء التراث العربی، س۔ن)، رقم: 85۔

Muslim Bin Al-Ḥajjāj,Ṣaḥīḥ Muslim(Baīrūt:Dār Aḥyā Al-Turāth Al-ʿarabī,n.d.), Ḥadīth. No. 85.

22 احمد بن حنبل، **مسند**، (بیروت: دار الرسالۃ العالمیۃ، 2009ء)، رقم: 15538۔

Ahmed bin Hanbal, *Musnad* (Beīrūt: Dār al-Risālah al-`Alamiyyah,2009 AH), Ḥadīth, No:15538.

.

23 محمد بن یزید، **سنن ابن ماجہ**، کتاب الأب، باب بر الوالدین، رقم الحدیث:٣٦٦٦

Muḥammad bin Yazīd Ibn e māja, al-Sunan, kitāb al-al-Abb, bāb Birr-al-Waldain, Ḥadīth, No 3666.

[24] مسلم بن الحجاج القشیری، **صحیح المسلم**، کتاب البر... الخ، باب رغم من ادرک ابویہ...، رقم الحدیث:۹،۱۰

Muslim bin Hajjāj, Qashīrī, al-Jame al-Ṣaḥiḥ, kitāb al-Birr, bāb Raghima man adraka abwaihe …, Ḥadīth. No 9, 10.

[25] القرآن، سورۃ لقمان ۳۱:۱۴

Al-Qur'an, Luqmān, 14:31

[26] ایضا

Ibid

[27] محمد طاہر القادری، ڈاکٹر، "حقوق والدین"، ص:۴۰

Muḥammad Ṭahir al-Qādri, Ḥuquq Waldain, p. 40

[28] القرآن، سورۃ الاحقاف ۴۶:۱۵

Al-Qur'an, Ahqāf, 46:15

[29] ابو احمد عبد اللہ بن عدی الجرجانی، **الکامل**، (**بیروت، الکتب العلمیہ** 1418ھ)، ص۹۸۴۶

Abu Ahmad Abdullah Ibn e Adī al-Jurjani, *al-Kāmil*, (Beirut, al-kutub alilmia, 1418 H), p. 9846

[30] محمد بن عبد اللہ الحاکم، **المستدرک علی الصحیحین**، کتاب البر والصلۃ، باب من ارادر حمہ، رقم الحدیث:۷۳۶۷

Muḥammad Ibn Abdullah al-Hakim, al-Mustadrak alā al-Ṣaḥiḥain, Kitāb al-birr wa silah, Bāb man arāda rahimahu, Ḥadīth No 7367.

[31] محمد بن عیسی، الترمذي، **سنن الترمذی، کتاب البر والصلۃ، باب ماجاء فی تعلیم النسب**، رقم الحدیث:۱۹۸۶

Muḥammad bin Isa Tirmazi, Sunan Tirmazi, Kitāb al-birr wa silah, Bāb mā Jāda fi t'alīm al-nasab, Ḥadīth No 1986.

[32] محمد طاہر القادری، ڈاکٹر، "حقوق والدین"، ص:۱۰۲

Muḥammad Ṭahir al-Qādri, Ḥuquq Waldain, p. 102

[33] محمد بن عبد اللہ الحاکم، **المستدرک علی الصحیحین**، ۵/۸۰

Muḥammad Ibn Abdullah al-Hakim, al-Mustadrak alā al-Ṣaḥiḥain, 5/80

[34] ایضا

Ibid

[35] ابو حاتم محمد بن حبان، **صحیح ابن حبان**، کتاب البر والاحسان، باب حق الوالدین، رقم الحدیث:۴۳

Abu Hātim Muḥammad bin Hibbān, Sahīh Ibn e Hibbān, Kitāb al-Birr wal-Ihsān, bāb Haq al-Waldain, Ḥadīth no 43

[36] محمد بن یزید ابن ماجہ، **سنن ابن ماجہ**، کتاب الأدب، باب بر الوالدین، رقم الحدیث:۳٦٦۲

Muḥammad bin Yazīd Ibn e māja, al-Sunan, kitāb al-al-Abb, bāb Birr-al-Waldain, Ḥadīth, No 3662

[37] محمد بن عبد اللہ الحاکم، **المستدرک علی الصحیحین**، کتاب الإیمان، ثلاثۃ لا ید خلون الجنۃ، رقم الحدیث:۲۵۲

Muḥammad Ibn Abdullah al-Hākim, *al-Mustadrak ala al-Ṣaḥiḥain*, Kitāb al-Imān, Bāb Thalathatun la yadkhulun al-Jannah, Ḥadīth no 252.

[38] احمد بن حنبل، **المسند**، رقم الحدیث:۱۹۴۲۸

Ahmad bin Ḥanbal, al-Musnad, Ḥadīth, No. 19428

[39] احمد رضا خان، "والدین، زوجین اور اساتذہ کے حقوق"، (کراچی: مکتبہ المدینہ، باب المدینہ، س ن)، ص:۲۷

Ahmad Raza Khan, Waldain, *Zoujain aor Asātiza ky Ḥuquq* (Karachi, Maktabat al-Madina, Bāb al-madina), p. 27